اسلام اور ماحولیاتی آلودگی

ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر *

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔(بقرہ:۲۲۲)

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا

اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا

زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا (علامہ اقبال)

قرآن پاک اور احادیث میں طہارت' نظافت اور تزکیہ کے کلمات بے شمار مقامات پر آئے ہیں۔اس طرح رجس' رجز' اذی خبث اور خبائث جیسے کلمات بھی بے شمار ملتے ہیں۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں پاکی' پاکیزگی اور نظافت نہ صرف پسندیدہ بلکہ ضروری ہیں۔اور ان کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔**الطھور شطر الایمان**۔[1] پاکی ایمان کا حصہ ہے۔نبی مکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔**وثیابک فطھر**۔(المدثر:۴) اپنے کپڑے پاک رکھا کرو۔**والرجز فاھجر** (المدثر:۴) اور غلاظت سے اجتناب کرلیا کرو۔ان آیات و احادیث سے قرآن پاک اور احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

ان کے مقابلے میں ہر قسم کی آلودگی مثلاً غلاظت' گندگی' ناپاکی اور برائی اسلام کے نظر میں انتہائی ناپسندیدہ اور قابل نفرت چیزیں ہیں اور اسلام نے ان کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کیا ہے۔اور ان سے ماحول کو ہر قیمت پر پاک وصاف رکھنے کا حکم دیا ہے۔

مگر اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ماحول کس شے کا نام ہے۔اسکے حدود اربعہ کیا ہیں؟ مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماحول عربی زبان کا کلمہ ہے۔جسکا مفہوم انسان کا اردگرد کے

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور۔

حالات وواقعات ہیں جن میں انسان زندگی گزارتا ہے۔۲

ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کرتا ہے۔ یہ حالات و واقعات مذہبی بھی ہو سکتے ہیں ۔اور اخلاقی بھی' اقتصادی بھی ہو سکتے ہیں اور سیاسی بھی' تعلیمی بھی ہو سکتے ہیں اور جغرافیائی بھی۔انفرادی بھی ہو سکتے ہیں اجتماعی بھی اور اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی۔الغرض یہ تمام حالات انسان کے لئے وہ ماحول Environments مہیا کرتے ہیں۔جن میں انسان رہنے پر مجبور ہے۔

بدقسمتی سے ماحول آلودگی Pollution کولوگوں نے ہوا کی آلودگی Air Pollution پانی کی آلودگی Water Pollution زمین کی آلودگی اور مٹی کی آلودگی اور پلیدگی تک محدود کردیا ہے۔اخلاقی آلودگی Moral Pollution مذہبی آلودگی' اقتصادی آلودگی' سیاسی آلودگی' تعلیمی آلودگی اور معاشرتی آلودگی Social Pollution پر بہت کم لوگوں کی نظر ہے۔خاص نظریے کے تحت بعض حضرات نے صرف پہلے والے حصے کواس میں شامل کیا ہے۔حالانکہ ایسانہیں ہے۔

ماحول (حالات) کی خرابی سے انسان دوطرح سے متاثر ہوتا ہے ایک ذہنی اوراخلاقی طور پر دوسرا جسمانی طور پر۔

ذہنی و اخلاقی طور پر انسان ماحول سے منفی طور پر اسوقت متاثر ہوتا ہے جب اقتصادی حالات ناموافق اور ناہموار ہوں۔گھریلو حالات ٹھیک نہ ہوں۔انسان کو بنیادی ضروریات مہیا نہ ہوں ۔معاشرے کی اخلاقی حالت تباہ و برباد ہواور اردگرد ہرقسم کی غلاظت اور گندگی (ظاہری و مصنوعی) دیکھنے میں آتی ہوں۔اس قسم کے ماحول میں انسان کے لیے جینا دوبھر ہو جاتا ہے۔جسمانی اور ذہنی طور پر انسان اس ماحول سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ جہاں مناسب خوراک نہ ملتی ہو۔مناسب لباس مہیا نہ ہواور سر چھپانے کے لیے مناسب جگہ نہ ہواور صفائی کا کوئی نظام وانتظام نہ ہواور ہر کہیں غلاظت اور گندگی کے ڈھیر اور گندہ اور بدبودار پانی کے تالاب اور جھیل نظر آتے ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ہر قسم کے ماحول کو پاک وصاف رکھنے کی تاکید کی ہے۔تاکہ انسان اس میں ذہنی' اخلاقی اور جسمانی طور پر خوش وخرم نظر آئے اور یہ چند سالہ زندگی آرام وسکون کے

ساتھ گزارے۔

اسلام' جونام ہے فطری طور پر پورے قرآن کا اور عملی طور پر سیرت نبوی کا' نے انسان کے لیے پرسکون اور پرامن ماحول مہیا کرنے کا مکمل بندوبست کیا ہے۔مگر اسلام نے ماحول کی پاکیزگی کی ابتداء باطنی اور ذہنی صفائی سے کی ہے۔وہ پہلے انسان کا دل اور ذہن ہر قسم کی آلائشوں سے پاک و صاف دیکھنا چاہتا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کا دل و ذہن خیالات و افکار کا مرکب ہے۔اگر یہ اچھے اور نیک خیالات وافکار کا گہوارہ ہیں تو انسان سے پھر نیک اور اچھے کام سرزد ہوں گے۔۳ جس کے نتیجے میں اسکو ذہنی اور قلبی سکون نصیب ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انسانی ذہن و قلب کو اچھے اور نیک خیالات وافکار میں مصروف رکھنے کا مناسب بندوبست کیا ہے اور ایسا کرنے کے لیے ایمان اور عقیدہ لازمی قرار دیا ہے۔جو آدمی ایمان اور عقیدہ صحیح رکھتا ہے اسکو مومن کہتے ہیں۔۴ اور مومن اصطلاح میں وہی شخص ہوتا ہے جو ایک اللہ پر صحیح معنوں میں ایمان و یقین رکھے۔جسکا معنی یہ ہے کہ وہی ایک اللہ پوری کائنات کا خالق مالک اور رازق ہے۔موت وزندگی اس کے ہاتھ میں ہے۔عزت و ذلت وہ دیتا ہے ۔مشکل کشا حاجت روا و قاضی الحاجات وہ ہی ہے۔(حدیث جبریل بخاری ومسلم) دیکھئے اجزائے ایمان مکمل وجامع طور پر رہنمائی کرتے ہیں۔

مومن اس بات کا بھی قائل ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے۔اللہ کے دین کو اس روئے زمین پر نافذ کرنے کا ذمہ دار ہے ۔وہی انسان مکلّف ہے اور اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔(انبیاء:۲۳)

اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ناراضگی کا اندازہ اسکی طرف سے نازل کردہ کتابوں اور آسمانی صحیفوں سے لگایا جاسکتا ہے۔جو وقتاً فوقتاً اپنے منتخب رسولوں کے ذریعے بھیجتا رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کے لیے آسمان اور الہامی کتابوں پر ایمان اور یقین لازمی قرار دیا ہے۔

مومن کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ زندگی چندروزہ قلیل ہے اور عارضی ہے ہمیشہ رہنے والی زندگی آخرت کی ہے۔طویل بھی ہے اور ابدی بھی ۔اس ابدی زندگی کی کامیابی کے لیے اس دنیا میں محنت کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔(سورۃ والعصر:۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مومن کے لیے ارکان ایمان پر مفصل طور پر ایمان لانا ضروری ہے ۔انسان کا جسقدر ارکان ایمان مضبوط ہوگا اسی قدر انسان پرسکون زندگی گزار سکے گا۔ جسقدر ان ارکان پر ایمان کمزور ہوگا اسی قدر انسان کا ذہنی اور قلبی سکون کمزور ہوگا۔ ۵

ان ارکان میں سے سب سے زیادہ زور ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ پر دیا گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا استحضار اور جزاء وسزا کا تصور بہت ہی اہم ارکان ہیں۔ ۶

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جب تک ایمان کے نتیجے میں انسان نیک اعمال کرنے کے لیے تیار نہ ہو اسوقت تک وہ ایمان صرف زبانی اقرار کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان کے نتیجے میں انسان کا اعمال صالحہ کے لیے تیار ہونا صحیح اور کامل ایمان کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ یہ ایمان اگر انسان کی زندگی اسکے نیک اعمال کی صورت میں نمودار نہ ہو تو یہ ایمان پھر صحیح معنوں میں ایمان نہیں ہے اور اگر ایمان کے نتیجے میں انسان روزمرہ زندگی میں نیک اعمال کرنے لگتا ہے اور برائی سے بچنے لگ جاتا ہے تو پھر اسکا ایمان سچا اور صحیح ہے۔

مومن بننے کے بعد انسان کے ذہنی سکون اور جسمانی صفائی کے لیے چند اعمال فرض کئے گئے ہیں تاکہ انسان عقیدہ کی صفائی کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بھی پاک وصاف رہے۔ اور اس کی تربیت اس انداز سے ہو جائے جس کے نتیجے میں اسکے دل کی دنیا آباد ہو جائے۔ دوسرے معنوں میں اسکا ضمیر زندہ و بیدار رہے۔ تقویٰ، احساس ذمہ داری، جیسی نیک صفات سے اس کا اندرونی یعنی باطن مزین رہے۔

ان اعمال میں سے پہلا عمل روزانہ پانچ دفعہ نماز پڑھنا ہے۔ ۷ سال میں ایک ماہ فرض روزے رکھنے ہیں۔ ۸ یہ دونوں اعمال درحقیقت انسان کے قلب و ذہن کو مختلف آلودگیوں، غلاظتوں سے صاف کرنے کا علاج ہے۔ اسطرح پوری زندگی میں ایک دفعہ حج بیت اللہ بھی اسلام کے ارکان میں سے ہیں۔ یہ عمل درحقیقت علاقائیت، ذات پات، رنگ ونسل اور زبان کی بنیا پر انسانوں کے اندر فرق کرنے کی غلاظت کے خلاف جنگ ہے اور انسانی اخوت اور اسلام اور ایمان کی بنیاد پر بھائی چارے اور دوستی کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ (الحجرات:۱۰)

ضروریات زندگی سے زیادہ مال پر سال میں ایک دفعہ ڈھائی فی صد کی زکوۃ دینا اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ یہ درحقیقت بخل، حرص و لالچ، خودغرضی اور شقی القلبی جیسی باطنی آلودگیوں اور خرابیوں Pollution کا علاج ہے۔ (التوبہ:۱۰۳) اس سے انسان کے اندر اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی اسلام کا ایک اہم ترین عمل ہے یہ درحقیقت اس خرابی Pollution کا علاج ہے۔ جو انسان کے اندر بدی، بدکاری، استحصال ظلم، غضب، بداخلاقی اور دوسری برائی کی شکل میں ہوتی ہے۔ یہ بدکرداری دراصل وہ خرابی اور آلودگی Pollution ہے جسکو ختم کرنے کے لیے جہاد فرض کیا گیا ہے۔ (یوسف:۵۳)

اس سے قطعی طور پر انکار نہیں کیا جا سکتا کے ایمان اور اسلام ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ایک کی غیر موجودگی میں دوسرے کا وجود بے معنی ہے۔ گویا کہ ایک مومن کو لازمی طور پر مسلمان بننے کی ضرورت ہے اور ایک مسلمان کو لازمی طور پر مومن بننے کی ضرورت ہے۔ ذہن و قلب کی صفائی کے بعد اسلام جسمانی یعنی ظاہری صفائی پر بھی زور دیتا ہے اور اس کا نتیجہ بھی ذہنی اور قلبی صفائی کی صورت میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ نماز کی ادائیگی کے لیے وضو کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ وضو کے بغیر نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ وضو کے لیے صاف اور پاک پانی کی ضرورت ہے۔ وضو کے لیے ہاتھ دھونا۔ کلی کرنا۔ مسواک کرنا۔ ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرنا۔ چہرہ دھونا، کہنیوں تک ہاتھ کا دھونا اور پاؤں وغیرہ کا دھونا لازمی ہے۔ اس کا نام وضو ہے۔ اگر ایک آدمی و مسلمان روزانہ پانچ دفعہ اس عمل کو دھرائے تو اسکے اعضاء کسی حالت میں بھی غلیظ نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے گھر کے سامنے موجود ایک نہر میں روزانہ پانچ دفعہ نہائے تو کیا اس کے جسم پر میل رہ سکتا ہے؟ جواب لازمی طور پر نفی میں ہوگا۔[9] اور یہ بھی تو ایک حقیقت کے طور پر مسلم بات ہے کہ صاف ذہن صاف جسم کے اندر موجود ہوتا ہے۔

نبی پاک ﷺ نے مسلمانوں کو ہفتہ میں کم از کم ایک دفعہ جمعہ نماز سے پہلے نہانے کا حکم دیا ہے۔[10] تا کہ جمعہ کی نماز صاف ستھرے جسم کے ساتھ پڑھی جائے۔ مسلمانوں کو یہ بھی حکم ہے کہ اپنا

لباس پاک وصاف رکھیں۔ بلکہ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے لیے ضروری شرائط میں سے لباس، جسم اور جگہ کی صفائی و پاکیزگی بھی شامل ہے۔

جسمانی صفائی (پاکیزگی) کی تاکید اسلام میں بہت آئی ہے۔ یہاں تک جنابت کی صورت میں غسل کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ حالت جنابت میں نہ کوئی نماز پڑھ سکتا ہے نہ مسجد کے اندر جاسکتا ہے اور نہ قرآن پاک کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ (الواقعۃ:۷۹)

مسجد کے ماحول کو پاک وصاف رکھنے کی بھی تاکید ہے۔ مسجد کے اندر داخل ہوتے ہوئے صاف و پاک لباس پہنا ضروری ہے۔ (الاعراف:۳۱) بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے مثلاً لہسن وغیرہ[11]

الغرض پاکیزگی کی تاکید اور غلاظتوں سے اجتناب پر اسلام نے زور دیا ہے۔ اسلیے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہر ایک کے لیے فطرتی ہیں۔ ختنہ، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال صاف کرنا اور مونچھیں چھوٹی کرنا۔[12]

ماحول اور پانی صفائی اور پاکی کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے ایک ہی دفعہ مسلسل پانی پینے سے روکا ہے۔ بلکہ بیٹھ کر آرام واطمینان کے ساتھ پانی تین وقفوں میں پینے کی تاکید کی ہے[13]۔ اسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ ایک ہی سانس میں پانی پینے سے کبھی کبھار پانی کے اندر سانس لینے کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور اسوقت سانس منہ سے نہیں ناک سے پانی کے اندر لی جاتی ہے۔ جس سے پانی کے اندر کاربن ڈائی آکسائیڈ مل جاتی ہے اور اسکا پینا صحت کے لیے مضر ہو جاتا ہے۔

اس طرح پانی کے اندر پھونکنا یا گرم چیز کو پھونک کر ٹھنڈی کرنا بھی ممنوع ہے[14]۔ جسکی بنیادی وجہ ان کے ساتھ کاربن ڈائی آکسائیڈ کا شامل ہونا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے ماحول کو صاف اور پاک رکھنے کے لیے جو احکام صادر فرمائے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب یا گندگی ڈالنا سخت منع ہے۔ اس عمل سے رکے ہوئے پانی کو بھی پاک وصاف رکھنے کی ضرورت کا اندازہ ہوتا ہے تاکہ دقت ضرورت وہ پانی استعمال کے قابل رہے۔ اسطرح برتن میں

موجود پانی میں نیند سے اٹھکر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے بلکہ اس سے دوسرے برتن میں پانی لیکر ہاتھ منہ دھونے چاہیے۔[15]

جس برتن میں استعمال کا پانی ہو اسکو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مشکیزے کا منہ بند رکھنے کی تاکید کی گئی ہے اور کھانے کے برتنوں کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاریکی میں پانی پینے سے اس لیے روک دیا گیا ہے کہیں اس میں کوئی مضر چیز گری ہو جو پانی کے ساتھ پیٹ میں نہ چلی جائے اور انسان بیمار نہ ہو جائے اس لیے پانی کو دیکھ کر پینا چاہیے[16]۔ جمائی لیتے وقت منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے تا کہ منہ کے اندر خطرناک چیز نہ چلی جائے۔[17]

ماحول اور اخلاق

ماحول کو خوشگوار رکھنے کے لیے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دیں جھوٹ بول کر حقیقت کو نہ چھپائیں جس سے دوسرے کی حق تلفی ہو جسکے نتیجے میں ماحول میں گھٹن پیدا ہو۔ اسلام نے فرائض (ذمہ داری) کی ادائیگی پر زور دیا ہے تا کہ اس نتیجے میں لوگوں کے حقوق ادا ہوں اور جب حقوق ادا ہوں اور فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ برتے تو ماحول پر امن اور خوشگوار رہتا ہے۔ جسمیں لوگ خوشی اور اطمینان کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں۔[18] اسلام نے غیبت اور الزام تراشی سے بھی روکا ہے۔ (الحجرات:۱۲) تا کہ لوگوں کی عزت و آبرو کا تحفظ ہو۔ بدکاری اور فحاشی سے اسلیے روکا ہے کہ ایسا کرنے سے خاندانوں اور افراد کی ناک کٹ جاتی ہے۔ اور معاشرے کے لیے ایسے افراد پیدا ہوتے ہیں جسکی کفالت کی ذمہ داری کسی معین شخص پر نہیں آتی اور جس کے نتیجے میں وراثت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اس مقصد کے حصول کے لیے اسلام نے وہ تمام راستے بند کر دئے ہیں جو اس شنیع عمل کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ مثلاً پردے کا حکم دیا گیا عورتوں کو زیادہ گھر کے اندر رہنے کی تلقین کی گئی مخلوط اور آزادانہ ملنے جلنے سے روکا گیا۔ مردوں کو نظریں نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا اور عورت کو نگاہیں نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ (النور:۳۱) عورتوں کے تنہا گھر سے نکلنے پر پابندی لگائی گئی اور غیر محرم رشتہ دار کے سامنے آنے سے منع کیا گیا کسی بھی غیر محرم سے تنہائی میں ملنا غیر اسلامی عمل قرار دیا گیا۔

چوری سے اسلئے روکا گیا کہ لوگوں کے مال کا تحفظ ہو جائے نشہ آور اشیاء سے اسلئے روکا گیا کہ عقل کی حفاظت ہو اور معاشرے میں مخبوط الحواسی اور دیوانے لوگوں کا راستہ روکا جا سکے اور معاشرہ پرامن اور خوشگوار رہے۔ ۱۹

ماحول اور گزرگاہیں

جغرافیائی ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے اسلام نے بہت سی تعلیمات دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ستر سے کچھ اور شاخیں ہیں اعلیٰ شاخ کلمہ طیبہ ہے اور ادنی شاخ راستے سے اذیت دہ چیز کا ہٹانا ہے۔ ۲۰

اذیت دہ چیزوں میں غلاظت' گندگی' کانٹے' پتھر' رکاوٹ' پیشاب پاخانہ' مردہ جانور وغیرہ سب شامل ہیں۔ اسلام نے ان اشیاء کو ہٹانا راستے کو پاک وصاف رکھنا ایمان کا شاخ قرار دیا ہے یہ اس لیے کہ انسان جہاں جہاں بھی جائے یا جہاں جہاں سکونت پزیر ہو وہ علاقے پاک اور صاف رہیں۔

آپ ﷺ نے ہڈی وغیرہ کو ہٹانے کو صدقہ قرار دیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے راستے کا ماحول متاثر ہوتا ہے راہ گیر کے لیے بلاخوف وخطر تاریکی ہو یا روشنی گزرنا مشکل ہو جاتا ہے لہذا ان رکاوٹ والی چیزوں کو ھٹانا ضروری ہے۔ تاکہ ذہنی سکون واطمینان بھی مل جائے اور ماحول کی آلودگی سے بھی پاک رہے۔

مذکورہ ارشادات نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ گلیوں' راستوں' سڑکوں اور شاہراہوں پر اگر ایک طرف غلاظت' گندگی اور اذیت ناک چیزیں نہ ڈالی جائیں تو دوسری طرف گلیوں' راستوں' سڑکوں' شاہراہوں پر پڑی ہوئی بدبودار غلیظ' گند اور مردار اشیاء وہاں سے ہٹائی جائیں۔ یہ ہر مسلمان کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو نہ صرف یہ کہ اذیت نہ دے بلکہ انکو اذیت پہنچانے والی چیزوں سے بچانے کی کوشش بھی کرے۔

آپ ﷺ نے لوگوں کے آرام کے لیے سڑکوں' شاہراہوں کے کنارے مساجد اور سرائے بنانے کا حکم دیا ہے تاکہ سیاحوں اور مسافروں کو نماز پڑھنے اور آرام کرنے کی سہولت میسر رہے۔

اسلام تعلیم یہ بھی ہے کہ سڑکوں کو محفوظ اور ہموار بنائی جائیں۔ بنی پاکؐ نے لوگوں کو گلیوں، راستوں، سڑکوں اور شاہراہوں پر بیٹھنے، نماز پڑھنے، اور رکاوٹ پیدا کرنے اور پیشاب اور پاخانہ کرنے سے روکا ہے۔[۲۱]

اس سے ماحول گندہ ہو جاتا ہے اور لوگوں کے آرام میں خلل پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ یہ اعمال اسلام کی صفائی کی تعلیمات سے متصادم بھی ہے۔ آپؐ نے گزرگاہوں میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرنے اور لوگوں کی آمدورفت میں مخل ہونے سے باز آنے کی تعلیم دی ہے۔

اس حکم سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سڑکوں اور گزرگاہوں میں تجاوزات کرنا بھی اس ضمن میں آجاتا ہے لہذا تجاوزات کو دور کرنا اسلامی تعلیمات میں شامل ہے۔ آپؐ نے تمام گزرگاہوں کے کنارے سیاحوں، مسافروں کی قیام گاہوں کو کشادہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ گزرگاہوں کو تنگ و تاریک نہ رکھا جائے اور نہ انکو بند کیا جائے۔

آپؐ نے گزرگاہوں کے درمیان بیٹھ کر آمدورفت میں خلل ڈالنے کو منع فرمایا اور اگر بفرض محال کسی کو کسی ضرورت کی بناء پر ایسا کرنا پڑے تو اسکو ان باتوں کا خیال رکھنا کہ گزرگاہوں پر گزرنے والی خواتین کو تنگ نہ کرے۔ کسی کو تکلیف اور اذیت نہ دے، راہ گیر کے سلام کا جواب دے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔[۲۲]

موٹر یا کسی دوسری گاڑیوں میں سفر کرتے وقت چھلکے یا غیر ضروری اشیاء سڑک یا شاہراہوں پر ڈالنا ایک غیر مہذب عمل ہے اس سے ماحول گندہ ہو جاتا ہے۔ اسلام میں اس قسم کا عمل غیر ذمہ دارانہ ہے جس کو کسی صورت پسند نہیں کیا جاتا۔

ماحولیات اور درخت اور فصلیں

سبز خانہ Green House کے درجہ حرارت کو معتدل اور ماحول کو صاف تروتازہ، صحت مند اور خوشگوار رکھنے کے لیے نبی پاکؐ نے کچھ اور علاج بتائے ہیں۔ اسلام نے درختوں فصلوں اور سبزہ اگانے کو بہترین اعمال قرار دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جو درخت لگاتا ہے اسکو اسکی پیداوار کی مقدار کے مطابق اجر و ثواب ملے گا۔[۲۳]

ایک دوسرے موقعہ پر آپ ؐ نے فرمایا جو کوئی درخت لگاتا ہے یا فصل بوتا ہے اور کوئی انسان، جانور، درندہ یا پرندہ ان سے کھاتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔۲۴

نبی پاک ؐ نے لوگوں کو سایہ دار درختوں، نیشنل پارکوں، نہروں اور ندیوں کے کنارے یا ساحل سمندر پر پیشاب یا پاخانہ کرنے یا کوئی اور غلاظت اور گندگی ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔۲۵

بسا اوقات لوگ ان مقامات پر بیٹھتے ہیں۔ آرام کرتے ہیں وضو کرتے ہیں یا نہاتے ہیں۔ ایسے جگہوں میں پیشاب یا پاخانہ کرنا یا کسی اور قسم کی غلاظت ڈالنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس سے ماحول آلودہ ہو جاتا ہے اور لوگوں کے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس سے لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے۔

زمین کو مختلف فصلوں، میووں کے باغات اور سبزیوں سے سبز اور آباد رکھنے کے لیے آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنی زمین قصداً اور ارادتاً تین سال تک غیر آباد اور غیر مزروع رکھے، حکومت اسلامی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ زمین اس سے لیکر دوسرے کسی شخص کو دے جو اس کو آباد اور کاشت کر سکتا ہو اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ زمین کو لازمی طور پر فصلوں، میووں اور درختوں کے باغات اور سبزیوں سے آباد رکھا جائے کسی کو ہرگز یہ اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ اپنی سستی 'غفلت' کاہلی اور بے کاری کی وجہ سے زمین کے کسی ٹکڑے کو بنجر اور غیر آباد رکھے۔

مذکورہ بالا حدیث پاک کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو اس اصول کا اطلاق پاکستانی حکومت اور قوم پر بھی ہوتا ہے۔ کہ نصف صدی کے عرصے میں وہ پاکستان کی زمین کو آباد کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ پورا بلوچستان پانی کے لیے ترس رہا ہے۔ پورا سندھ پانی نہ ہونے کی وجہ سے غیر آباد ہے۔ صوبہ پنجاب کے اکثر حصے پانی نہ ملنے سے بنجر اور غیر آباد پڑے ہیں۔ صوبہ سرحد کی زیادہ تر زمین کا انحصار بارش پر ہے۔ حاکم بدھن کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بارے میں بھی وہ فیصلہ نہ کرے جو مذکورہ بالا حدیث میں ہوا ہے کہ زمین کو نااہل اور کوتاہ بین قوم سے لی جائے اور کسی اور زندہ اور باصلاحیت قوم کو دی جائے۔ ہمیں اس بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ سبز خانہ Green House کے درجہ حرارت کو معتدل رکھنے کے لیے مذکورہ بالا اشیاء کا وافر مقدار میں ہونا

اور کاشت کرنا بہت ضروری ہے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ: ماحول پاک و صاف اور خوشگوار رہے گا' آلودگی کم سے کم تر ہوتی رہے گی' سبز خانہ کا درجہ حرارت معتدل اور موزون رہے گا' مختلف قسم کے غلے' سبزیاں' میوے اور پھل پیدا ہوں گے۔ جن کو بطور غذا استعمال کیا جائے اور فاضل پیداوار بیچ دی جائے گی اس طرح بھوک اور غربت جیسی خطرناک آلودگیوں کا علاج ہوتا رہے گا۔ بے روزگاری کا مسئلہ حل ہونے میں مدد ملے گی اور ملک میں حقیقی معنوں میں سبز انقلاب آ جائے گا۔

ماحول اور جانور

نبی پاک ﷺ نے ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے پرندوں اور جانوروں کی پرورش اور حفاظت پر زور دیا ہے اور بلا عذر شرعی کسی جانور یا پرندے کو تکلیف دینا یا اسکوٹنگ کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ ایک کمزور اونٹ کے پاس سے گزرے اونٹ کو دیکھتے ہی آپ نے فرمایا: بے زبان اور بے آواز جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

آپ ﷺ نے لوگوں کو جانوروں کے منہ پر مارنے اور داغنے سے منع فرمایا۔ آپؐ نے ایک دفعہ ایک گدھے کو دیکھا جس کو چہرے پر داغا گیا تھا۔ آپؐ نے داغنے والے کو بددعا کی۔ ۲۶

آپؐ نے بلا ضرورت پرندوں کے مارنے سے بھی منع فرمایا آپؐ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا: جس کسی نے چڑیا یا کسی اور پرندے کو بلا ضرورت شکار کیا اسکی ذمہ داری اس پر ہوگی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ بلا ضرورت مارنے کا کیا مطلب ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر شکاری شکار کے بعد اپنے شکار کو ذبح نہیں کرتا اور نہ اسے کھاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس شکار کو بلا ضرورت شکار کیا۔ ۲۷

ایک دوسرے موقعہ پر آپؐ نے فرمایا: جس کسی نے کسی پرندے کو بلا ضرورت شکار کیا وہ قیامت کے روز چیخ چیخ کر کہے گا۔ اے میرے خالق آپ کے فلاں بندے نے مجھے بلا ضرورت شکار کیا تھا۔ ۲۸

حضرت عبدالرحمٰنؓ کی ایک روایت کے مطابق انہوں نے ایک دفعہ کسی سفر میں آپ کا ساتھ دیا تھا آپؐ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے انہوں نے ایک کبوتر بمعہ دو بچوں کو دیکھا

انہوں نے اسکے بچوں کو پکڑ لیا۔ کبوتر نے چیخنا شروع کیا واپسی پر آپؐ نے دریافت فرمایا۔ اس کبوتر کو کس نے اذیت دی۔ کس نے اسکے بچوں کو پکڑ لیا۔ اسکے بچوں کو اسے فوراً واپس کر دو۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر جانور کے ساتھ حسن سلوک پر اجر ملتا ہے۔ آپؐ نے جانوروں کو لڑانے اور بند کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ۲۹

اب یہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ جانوروں اور پرندوں کو پال لیں۔ ان کی پرورش کریں۔ ان کا تحفظ کریں اور لوگوں کو ان کو تکلیف پہنچائے یا ناجائز تنگ کرنے سے یا مارنے سے باز رکھیں۔ البتہ مناسب طریقے سے حلال جانوروں اور پرندوں کا شکار جائز ہے۔ مگر ان کی نسل کشی حرام ہے۔

ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنے کے لیے مردوں کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے اسطرح اگر کوئی جانور مرتا ہے اسکا گوشت کھانے کے قابل نہیں ہے تو اسکو بھی دفنانے کا حکم ہے۔ تاکہ بدبو سے ماحول خراب نہ ہو۔ اور اسکا اثر لوگوں کی صحت پر نہ پڑے۔ ہمارے ہاں عام طور پر مردار جانوروں کو سڑکوں، شاہراہوں، گلیوں اور راستوں میں ڈالا جاتا ہے حالانکہ یہ اذیت دہ چیزوں میں سے ہیں۔ جن کے ہٹانے (دور کرنے) کو ایک ایمان کا ایک حصہ قرار دیا گیا ہے۔

ماحول اور نشہ آور اشیاء

اسلام نے ہر قسم کی دخان نوشی کی ممنوع قرار دیا ہے اگر ایک طرف ماحول آلودہ ہو جاتا ہے تو دوسری طرف یہ ہوا (فضا) کو متعفن بناتا ہے۔ سگریٹ نوشی چلم کشی اور نسوار خوری اصل میں ایک مہذب انداز میں انتہائی شنیع قسم کی بدتہذیبی ہے۔ کسی مجمع یا گاڑی میں ان چیزوں کا استعمال ایسا ہے جیسے کسی کے منہ میں منہ رکھ کر پھونکا جائے۔ سگریٹ نوشی کے ذریعے دوسروں کے پیٹ تک دھواں چلا جاتا ہے۔ جو کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے جو نا چاہتے ہوئے بھی دوسروں کو متاثر کر لیتا ہے۔

اسلام نے ہر قسم کی نشہ آور اشیاء کو اسلئے ممنوع قرار دیا ہے کہ اس سے ماحول بھی خراب ہو جاتا ہے ہوا بھی مسموم ہو جاتی ہے۔ جگہ بھی گندی ہو جاتی ہے۔ اور یہ حفظان صحت کے اصول کے منافی بھی ہے۔

اسلام معنوی طور پر بھی ماحول کو صاف رکھنے پر زور دیتا ہے۔اسلام ہر انسان کو مخلص ٗ دیانتدار اور ہمدرد رہنے کا حکم دیتا ہے۔ ہر شخص ایک دوسرے کا محدود معاون ہمدرد اور مخلص ہو۔آپس میں ایک دوسرے کا بھلا اور خیر چاہتا ہو۔

ماحول اور مقاصد شریعت

شریعت اسلامی کے مقاصد میں سے یہ بھی ہیں کہ انسان کا مذہب ٗ عقل ٗ نسل ٗ جان ٗ مال اور آبرو محفوظ ہوں۔اسلئے اسلام نے وہ تمام افعال کو ممنوع اور حرام قرار دئے ہیں۔جن سے کسی کے مذہب ٗ عقل ٗ نسل ٗ جان و مال اور آبرو کو خطرہ لاحق ہو۔ماحول درحقیقت اسوقت خراب ہو جاتا ہے جب کسی مذہب ٗ عقل ٗ نسل ٗ جان و مال اور آبرو کو خطرہ لاحق ہو جائے اور ان اشیاء پر زد آنے کا یقین ہو جائے۔اسلام نے ان کی حفاظت کا بھرپور انتظام کیا ہے۔لا اکراہ فی الدین کہہ کر غیر مسلموں کے مذہب کو تحفظ دیا گیا ہے اور اسلام کو خطرات پیش آنے کی صورت میں جہاد کو فرض قرار دیا ہے اور دین کی تبلیغ واشاعت حکومت اور عوام دونوں کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔قصاص اور دیت کا قانون لاگو کر کے جان کی حفاظت یقینی بنائی گئی اور کسی کے ناحق جان لینے کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا۔آبرو کی حفاظت کا بندوبست حد قذف اور حد زنا کی شکل میں کیا گیا۔مال کی حفاظت کا بندوبست نکاح رجم اور کوڑوں کی سزا کی شکل میں کیا گیا۔اس طرح ماحول کو آلودہ کرنے والی چیزوں کو سختی سے روکا گیا ہے۔[۳۰]

ماحول اور فرض کی ادائیگی

معاشرہ کے اندر ماحول کو سازگار بنانے کے لیے اسلام نے حقوق و فرائض کی ادائیگی پر زور دیا ہے۔انسان آپس میں ایک دوسرے پر انحصار کئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ان کے درمیان رشتے ناطے ہوتے ہیں۔لین دین ہوتا ہے۔لینا دینا ہوتا ہے۔اس لئے معاشرے کے تمام افراد کو حقوق و فرائض کی زنجیر میں مضبوطی کے ساتھ کس دیا گیا۔اسلام نے زیادہ زور فرض کی ادائیگی پر دیا۔[۳۱] یہ اسلئے کہ فرض ادا ہوتا ہے تو حق خود بخود ادا ہوتا جاتا ہے۔فرض کی ادائیگی جس قدر حسن کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس قدر حسن کے ساتھ دوسروں کو حقوق ملتے ہیں۔فرض کی ادائیگی عمل کا نام ہے اور حق اس عمل

کے ردعمل یا ثمرہ کا نام ہے۔ پھر فرض ادا کرنا یا عمل کرنا یا حرکت کرنا زندگی کا نام ہے اور اسکے برعکس فرض ادا نہ کرنا کام نہ کرنا یا ساکن رہنا موت کی علامت ہے۔ اسلام معاشرے کے اندر موت و جمود نہیں بلکہ زندگی اور حرکت چاہتا ہے۔ اس لئے اسلام نے حقوق کی ادائیگی پر بہت زور دیا بالخصوص حقوق العباد کی اہمیت پر بہت زیادہ تاکید کی گئی۔ فرض کی ادائیگی اور حقوق کا ملنا ایک خوشگوار، صاف پاکیزہ اور پرامن و پرسکون ماحول کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اسلئے اسلام نے ہر آدمی کے فرائض اور حقوق متعین کئے ہیں اور ان کی ادائیگی پر زور دیا ہے۔

اسلام نے بعض حقوق کی حفاظت قانون کے ذریعے کی ہے اور بعض کو لوگوں کے شعور اور ذمہ داری کے احساس پر چھوڑا ہے۔ بعض حقوق کی پشت پر قانون ہے اور بعض کی پشت پر اخلاق، قانون اور اخلاق ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ قانون کی پشت پر اخلاقی قوت نہ ہو تو قانون کا کردار بہت محدود ہوتا ہے۔ قانون کے دائرہ کار میں بہت کم معاملات آتے ہیں۔ اکثر معاملات اخلاق کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔ اگر معاشرے کے افراد اخلاقی قوت کے مالک نہ ہوں۔ ان کے دل میں اللہ کے خوف اور تقوی نہ ہو اور ان کے دل کی دنیا آباد نہ ہو، ضمیر زندہ نہ ہو تو قانونی تحفظ کے نتائج بہت کم مثبت نکلتے ہیں۔ اسلئے اسلام نے قانونی تحفظ کے ساتھ ساتھ انسان کے اندرونی کیفیت یعنی اخلاقی قوت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ قرآن اور سیرت کی کتابیں اخلاقی تعلیمات سے بھری پڑی ہیں۔ صرف اخلاقی قوت، زندہ ضمیر، تقوی، شعور اور احساس ذمہ داری زیادہ تر معاملات کو بطریق احسن سلجھانے میں مدد دیتے ہیں۔ انہی امور کی تربیت سے ماحول پاکیزہ و صاف ہو جاتا ہے اور معاشرتی آلودگی اختتام پزیر ہوتا ہے۔ ۳۲

ماحول اور عورت

ماحول کی خرابی اور اچھائی میں عورت کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔ اسلام نے عورتوں کو چار حیثیتوں میں تسلیم کیا ہے۔ اگر اس کی کوئی اور حیثیت ہے بھی تو وہ بھی ان چار حیثیتوں میں سے ایک سے خالی نہ ہوگی۔ وہ ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کی حیثیت میں پہچانی جاتی ہے۔ ماں کی حیثیت سے وہ انسان ساز ہے۔ اسکا کام انسان سازی ہے۔ اس اہم کام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ۲۴ گھنٹے ڈیوٹی پر رہے

۔یہ ڈیوٹی اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ اس کو اپنی تمام ضروریات سے لا پرواہ بنایا گیا ہے۔اس کام کو سرانجام دینے کے لیے زیادہ تر گھر کے اندر رہنا پڑتا ہے۔اس حیثیت میں اس کا درجہ ان تمام اہم شخصیات کی طرح ہیں۔جن کے سپرد انتہائی حساس اور اہم ترین قومی اور ملی امور ہوتے ہیں۔جن کے انجام دہی میں وہ ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔مثلاً بڑے بڑے دانشور، سائنسدان اور زعماء ایک خاص مقام تک محدود رہتے ہیں اور قومی اور ملی اہمیت کے حامل معاملات کو سلجھانے کی فکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔اسی قسم کے زیادہ تر افراد بعض مقامات میں محصور رہتے ہیں۔ان کی ساری ضروریات کا ذمہ معاشرہ لیتا ہے اور کوئی یہ نہیں کہتا کہ فلاں دانشور یا فلاں سائنسدان یا فلاں عالم یا فلاں تاریخ نویس یا فلاں سیاستدان کو ایک خاص مقام تک چار دیواری کے اندر بند کر کے اس کی آزادی کے حق پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں۔ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو ایک خاص مقام تک محدود رکھا گیا ہے اگر وہ بازار میں عام آدمی کی طرح نہیں پھرتا' ایک خاص مقام تک محدود رکھا گیا ہے۔شادی بیاہ میں حصہ لینے کے لیے وقت نہیں ملتا عیش وعشرت کے لیے اسکے پاس وقت نہیں اور زیادہ تر وقت کے لیے ایک لیبارٹری کے اندر قومی اور ملی اہمیت کے مسئلے پر غور وغرض کرتا ہے تو یہ اسکی اہمیت اور قدر و قیمت کی علامت ہے۔یہ اسکی حق تلفی نہیں اور نہ عام آدمی کے طرح آزادی اسکی آزادی متصور ہوتی ہے۔دنیا میں جتنے بڑے بڑے لوگ گزرے ہیں۔وہ تمام خاص مقامات تک محدود تھے۔امام سرخسی نے تیس جلد کی کتاب محدود جگہ پر بیٹھ کر اپنے شاگردوں کو املاء کرائی امام طبری اگر چالیس سال تک روزانہ چالیس صفحے لکھے' تو انہوں نے یہ کام ایک مشن کے تحت کیا ہوگا۔وہ عام آدمی کی طرح نہیں تھے جو سر بازار پھرنے' شمع محفل بننے اور وقت قتل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ لوگوں کا بھی یہ دستور ہے کہ قیمتی اشیاء کو مقفل کر کے رکھ دیتے ہیں۔پھر عورتیں بھی تو قیمتی اشیاء صندوق کے تہہ میں رکھ کر اسکو تالا لگاتی ہیں۔صرف کم عقل لوگ قیمتی اشیاء کو مناسب اور محفوظ جگہوں پر نہیں رکھتے اور نہ ان کی حفاظت کرتے ہیں۔انسان سازی حقیقت میں مشکل ترین اور اہم ترین عمل ہے جو ماں کے ذمہ ہے جس کے لیے اسکو چار دیواری کے اندر زیادہ وقت کے لیے محصور ہونا پڑتا ہے۔انسان سازی کا کام ماں کے بغیر کوئی اور نہیں کر سکتا وہ تو بچے کے

لیے محبت کا سمندر اور عزت و شرف کا پہاڑ ہے۔ بچے کی پرورش و تربیت میں اسکی قربانی لاثانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچوں کو کہا گیا ہے کہ چونکہ ماں نے اپنی پوری زندگی آپ کو زندگی دینے میں صرف کی ہے اس لیے اپنے آپ کو اس کی خدمت کے لیے وقف کردو اور فوت ہوجائے تو اللہ تعالیٰ سے اسکی مغفرت کی دعا مانگو۔ (سورۃ ابراھیم:۴۱) اولاد کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ کو جنت جانے کی فکر ہے تو وہ آپ کو اپنے گھر کے اندر مل سکتی ہے۔ وہ تو آپ کو اپنی ماں کے قدموں میں ملے گی۔ (   ) دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ماں کی موجودگی میں اگر جنت کے حصول میں ناکام ہوجاتی ہے تو یہ ان کی بڑی بدقسمتی ہوگی۔ اس لیے ماں کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی یہاں تک کہ اسکی کسی بات کے جواب میں اف کہنا بھی جنت سے محرومی کا باعث بن سکتا ہے۔ (بنو اسرائیل:۲۳)

عورت کی دوسری حیثیت بیوی کی ہے۔ بیوی ایک ایسی نعمت ہے جس کے پہلو میں قرآن کے مطابق شوہر کو سکون ملتا ہے۔ قرآن پاک نے سکون دو چیزوں میں بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے میں اور عورت کے پہلو میں۔ (الروم:۲۱)

انسان جب نکاح کرتا ہے تو یہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے لباس بن جاتے ہیں۔ (بقرہ:۱۸۷) گویا کہ نکاح سے پہلے وہ مصنوعی طور پر بے لباس ہوتے ہیں نکاح کے بعد وہ ملبوس ہوتے ہیں۔ نکاح سے پہلے وہ دونوں ایک چٹیل میدان میں بغیر کسی چاردیواری کے ہوتے ہیں۔ مگر نکاح کے بعد وہ دونوں ایک مضبوط قلعے کے اندر محفوظ ہوجاتے ہیں۔ بیوی درحقیقت شوہر کے لیے آرام محبت اور قربانی کا ایک پیکر ہے۔

عورت کی تیسری حیثیت ایک بیٹی کی ہے۔ جو والدین کے لیے ایک رحمت ہے۔ جو والدین ایک بیٹی کی پرورش کرتے ہیں۔ تعلیم دلاتے ہیں اور اس کی شادی کسی نیک انسان سے کراتے ہیں وہ قیامت کے دن جنت میں نبی پاکؐ کے انتہائی قریب ہوں گے۔ ۳۳

عورت کی چوتھی حیثیت ایک بہن کی ہے جو اپنے بھائی کے لیے سراسر پیار اور دعا کا سرچشمہ ہے۔ والدین کی غیر موجودگی میں بھائی اپنی بہن کی کفالت، پرورش اور تحفظ ناموس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

اسلام عورت کو ان چار حیثیتوں میں دیکھنا چاہتا ہے ان کے علاوہ کوئی اور حیثیت ان کی طرح باعزت، باوقار اور پرکشش نہیں ہے۔ اب صرف اس معاشرے میں امن وسکون ہوگا اور خوشگوار ماحول پایا جائے گا جہاں عورت کے ساتھ ان چار حیثیتوں میں سلوک روا رکھا جائے گا۔ مگر بدقسمتی سے عورت اپنی حیثیت اور پہچان ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کی صورت میں بہت تیزی سے کھوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب وہ اپنی حیثیت اور پہچان کسی اور غیر فطری شکل میں ڈھونڈنے کی کوشش کررہی ہے۔ اس عمل نے اسکو عزت کا مقام دلانے کی بجائے اس کی شخصیت کا جنازہ نکالنے کی راہ ہموار کی ہے۔

اسلام نے عورت کو اتنا بڑا مقام دیا ہے کہ وہ ہر بزرگ عورت کو ماں کہنے کی تعلیم دیتا ہے اور ماں کہہ کر اسکو اس بات کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ کہ وہ عورت قابل احترام، قابل عزت اور قابل محبت ہے۔ ہر عورت کو بہن کہنا اس بات کی علامت ہے کہ ہر مرد اس کی عزت مال اور جان کی حفاظت کا ضامن ہے۔ ہر نوجوان لڑکی کو بیٹی کہنا اس بات کا غماز ہے کہ اس کے ساتھ بیٹی جیسا سلوک اور بیٹی جیسی محبت کی جائے اور اسکی عزت وناموس پر جان دی جاسکتی ہے۔

اسی طرح کسی عورت کے ساتھ شریعت کے مطابق نکاح کرنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ زندگی کا بااعتماد مددومعاون اور پیار کرنے والا ساتھی ہے۔ اور شوہر کے لیے اس کے پاس ایک ایسی چیز یعنی سکون موجود ہے جو کروڑوں روپے دیکر بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

مگر بدقسمتی سے بعض لوگ عورت کو اس حیثیت میں دیکھنا پسند نہیں کرتے بلکہ وہ اسکو اس عزت واحترام والی حیثیت سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور اسکو نفسانی خواہشات کی تسکین کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اسکو آزادی کے نام پر اس قدر ذلیل وخوار کیا کہ اسکو اپنی اصلی حیثیت پر لانے میں بہت عرصہ لگے گا۔

عورت معاشرے کے اندر دوسرے کام بھی کرسکتی ہے۔ مگر یہ اسکی اضافی ذمہ داریاں ہوں گی۔ یہ ذمہ داریاں اس اصلی ذمہ داری کی قیمت پر نہیں دی جاسکتیں۔ یہاں تک کہ ان اضافی ذمہ داریوں میں بھی اسکو اپنی اصلی حیثیت ماں، بیٹی، بیوی، اور بہن کی شکل میں برقرار رکھنا ہوگا۔ اس کی یہ

حیثیت ایک ایسی حیثیت ہے جو اس کی بڑائی اور شرافت کا ضامن ہے۔

مغربی معاشرے میں خاندانی نظام مکمل طور پر درہم برہم ہو گیا ہے۔ وہاں پر عورت کو ماں، بیٹی اور بہن کی حیثیت میں نہیں پہچانا جاتا۔ وہ تو اب عورت کی روپ میں مرد بن گئی ہے۔ جس کو وہ کچھ کرنا پڑتا ہے جو مردوں کو نہیں کرنا پڑتا۔ ان کے ہاں وقتی طور پر ہر جگہ آباد نظر آ رہی ہے۔ مگر گھر عام طور پر غیر آباد ہوتے ہیں۔ ان کو تالے لگے ہوتے ہیں۔ اب ان کی کوشش یہ ہے کہ جیسے انہوں نے اپنی خاندانی نظام کو تباہ و برباد کیا ہے جس کے نتیجے میں میاں اور بیوی کا ایک دوسرے سے اعتماد اٹھ گیا ہے۔ اس طرح وہ مشرق میں بھی خاندانی نظام کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔ تا کہ عورت اپنی اصلی اور فطری حیثیت کھو کر ایک غیر فطری حیثیت اختیار کرے اور اس نیک کام میں مشرق کے چند زعماء اور معاشرے کے چند سرکردہ افراد ان کا گرم جوشی سے ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ دانائی اس میں ہے کہ عورت کو اس تباہی سے بچایا جائے تا کہ معاشرتی آلودگی کی زد میں آ کر ہم تباہ نہ ہو جائیں۔ اسلام نے جو مقام وحیثیت عورت کو دی ہے وہ قابل قبول اور قابل تحسین ہے۔

ماحول اور اختلاف رائے

جہاں تک ماحول اور اختلاف رائے کا تعلق ہے یا مسلکی اور مذہبی آلودگی کا تعلق ہے ۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ قرآن وسنت کا مطالعہ کریں ان کو سمجھیں اور ان کی تعلیمات کے مطابق انفرادی اور اجتماعی زندگی گزاریں۔ انسان کی پوری زندگی اور اس سے متعلق تمام نظاموں کا مرکزی نقطہ قرآن وسنت ہونا چاہیے۔

قرآن وسنت کی تعلیمات کی رہنمائی کے بغیر زندگی کا ہر نظام اور ہر پہلو ناقص اور بیمار رہتا ہے۔ اسلئے انکو قرآن وسنت کا تابع کر کے صحت مند بنایا ہے اور وننزل من القرآن ماھو شفاء ۔ (بنواسرائیل: ۸۲) کا یہی مقصد ہے۔ ایسا کرنے سے وہ نتائج پیدا ہوں گے جو ایک صحیح تندرست اور صحت مند نظام پیدا کرتا ہے۔

قرآن وسنت کا ہر مسلمان سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ ایمان لائے اور اسلام پر عمل پیرا رہے ۔ اور ان دونوں کے بارے میں کسی قسم کی سودا بازی نہ کرے۔ قرآن وسنت کو ایک بالا دست حیثیت

سے تسلیم کرے۔ درحقیقت اسلام کے بنیادی مآخذ قرآن وسنت میں جو بھی مسئلہ درپیش ہو اسکو پہلے قرآن احکام کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن میں نہ ملے تو سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ ایسا کرنے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف رائے کی نوبت اسوقت آتی ہے جب قرآن وسنت سے مسئلے کا حل حاصل نہ ہو۔

بہر حال یہ بات مسلم ہے کہ اور اس پر اکثریت کا اتفاق ہے کہ قرآن وسنت' اجماع صحابہ قانون کے بنیادی مآخذ ہیں۔ اگر کسی مسئلے کا حل ان تینوں میں مل سکتا ہے تو پھر اجتہاد کی ضرورت نہیں رہتی۔ اجتہاد کی ضرورت اسوقت پیش آتی ہے جب ان تینوں میں سے کسی ایک میں بھی مسئلے کا حل نہ مل سکے۔ پھر پیش آمدہ مسئلے کا حل اجتہاد کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ ۳۴

مگر مقام حیرت ہے کہ مسلمانوں نے دین کو چار مکاتب فکر میں محصور کر دیا جسکے لیے ان کے پاس کوئی ٹھوس اور وزنی دلیل نہیں ہے۔ یہ درحقیقت اجتہاد کے عمل کو محدود کرنا ہے۔ جسکو شریعت نے آزاد چھوڑا ہے۔ دین کو چار مکاتب فکر میں محصور کرنا درحقیقت اسلام کے بحیثیت ابدی نظام ہونے کو چیلنج کرنا ہے۔

اسلئے پاکستان میں موجودہ مختلف مکاتب فکر کے علماء سے درخواست ہے کہ قرآن وسنت کا بحیثیت مآخذ قانون (شریعت) تسلیم کرنے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اجماع صحابہ پر بھی اکثریت کا اتفاق ہے۔ اختلاف رائے کی اجازت صرف فروعی مسائل میں ہے۔ جس کا حق ہر مکتب فکر کے علماء کو حاصل ہے۔ پھر اجتہادی اور اختلافی امور میں ہر مجتہد کی رائے درست مانی جاتی ہے اگر مجتہد کا اجتہاد درست نہ بھی ہو وہ ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

لہذا فروعی مسائل میں ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیے چہ جائیکہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا جائے۔ اس طرز فکر سے وہ پاکستان میں ایک پر امن اور خوشگوار مذہبی ماحول پیدا کر سکتے ہیں اور مذہبی تعصب اور انتشار وافتراق جیسے خطرناک آلودگیوں سے ملک وملت کو بچا سکتے ہیں۔ اسکا نتیجہ نہ صرف قومی یکجہتی کی صورت میں نکل سکتا ہے بلکہ علماء کرام ہی وہ خلا پر کر سکتے ہیں جو ایک قومی اور محبت وطن قیادت نہ ہونے کی صورت میں اس وقت ملک میں موجود ہے۔

معاشرتی ماحول اور آلودگی

جہاں تک معاشرتی ماحول کی آلودگی کا تعلق ہے۔اسکے بارے میں اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان فطرتی طور پر مدنی الطبع واقع ہوا ہے وہ اپنی ضروریات زندگی تنہا پوری نہیں کرسکتا ان کی تکمیل میں وہ دوسروں کا محتاج ہے۔انسان کا لفظ انس سے ماخوذ ہے اور اسکا معنی پیار اور محبت ہے۔اس پیار و محبت کی بنیاد پر ان کو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی ضرورت ہے۔قرآن پاک نے اس بارے میں تعاون للبقاء کا اصول اپنایا ہے۔جس کے بغیر ترقی کرنا اور آگے بڑھنا مشکل ہے اسکے مقابلے میں دنیا کے اندر تنازع للبقاء کا اصول چلتا ہے۔جو جنگل میں درندوں اور سمندر میں مچھلیوں کا قانون ہے۔جہاں زور آور طاقتور کمزور اور ضعیف کو کھا جاتا ہے۔اس میں جسکی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول کارفرما ہے۔جبکہ اسلام میں اسکے برعکس اصول کارفرما ہے۔تعاون للبقاء کا ماحصل استحسان استصلاح اور استصحاب یعنی احسان اصلاح اور جوڑ ہیں جبکہ تنازع للبقاء کا ماحصل استبداد استحصال اور استیصال یعنی ظلم و زیادتی اور توڑ ہیں۔

معاشرے کے اندر معاملات کو سلجھانے کے لیے قانون نافذ کرنے والوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔قانون انسان کا بنا ہوا بھی ہوسکتا ہے اور الہامی بھی ہوسکتا ہے۔انسان کا بنا ہوا قانون لوگوں کی خواہشات اور جذبات کا عکاس ہوتا ہے اسلئے ناقص ہوتا ہے۔جبکہ الہامی قانون اس کے برعکس لوگوں کی جائز ضروریات کا تو خیال رکھتا ہے مگر ناجائز خواہشات اور جذبات کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور یہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہوتا ہے۔اس میں اقتدار اعلیٰ اللہ کو حاصل ہوتا ہے اور جبکہ بالادست قانون قرآن و سنت ہوتا ہے۔اس روئے زمین پر انسان اللہ کا خلیفہ ہے۔جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور قانون کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارے گا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم پس پست ڈالتا ہے تو وہ اللہ کا خلیفہ نہیں رہتا پھر وہ خود مالک اور آقا بننے کی کوشش کریگا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ سے بغاوت کا مترادف ہوگا۔اسطرح انسان سے یہ اعزاز چھن جائے گا۔

الہامی قانون کے مقابلے میں انسانی قانون کو قبول کر کے انسان دراصل بغاوت کا جھنڈا

بلند کرتا ہے۔اور اپنے آپ کو کافر فاسق اور ظالم جیسے القاب کا مستحق گردانتا ہے۔اس نے سودی نظام معیشت جیسے استحصالی نظام پر عمل پیرا ہو کر اللہ اور اور اسکے رسولؐ کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے۔(بقرہ:۲۷۹) انسان کے اس طرز عمل نے دنیا کے ماحول کو انتہائی حد تک مسموم بنایا ہے اللہ اور رسولؐ کے خلاف جنگ میں وہ شکست سے ہی دوچار ہو گا۔اللہ اور اس کے رسول کے خلاف یہ جنگ وہ نہیں جیت سکتا۔اس سے وہ صرف اپنی رسوائی اور ہلاکت کا سامان کرتا ہے۔جب تک وہ اپنے آپ سے کافر، فاسق اور ظالم کے لیبل نہیں ہٹائے گا اور اللہ کے حکم کے سامنے غیر مشروط طور پر سر تسلیم خم نہیں کرے گا جسکی عملی شکل یہ ہو گی کہ زندگی کے تمام نظاموں کا دوان خون وہ قرآن اور سنت کی تعلیمات کو بنائے اور سودی نظام معیشت کو ختم کر کے اسلام نظام معیشت لاگو کرے جس کا مطلب اللہ اور رسولؐ سے صلح ہو گا۔اس وقت اسے سکون اور راحت نصیب ہوں گے۔

اسلامی اور الہامی قانون کے تحت مملکت اور حکومت کے سربراہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے اس لحاظ سے وہ عوام کا باپ اور محافظ ہو گا۔اسکی انتہائی کوشش ہو گی کہ اپنی رعایا کو اسلامی حدود میں رہتے ہوئے خوشحال، متمول اور منظم رکھے ہر ایک کے ساتھ انصاف سے پیش آئے۔تعلیم عام اور مفت کرے۔ذمہ داری کے مناسب اہلیت تقویٰ اور قابلیت کی بنیاد پر دے۔وہ ان لوگوں کا کفیل ہے جن کا کوئی کفیل نہ ہوا۔۳۵ وہ بیواؤں، یتیموں کا مادی اور ملجا ہو۔وہ ان لوگوں کا قرض چکائے جو اپنا قرض ادا نہ کر سکتے ہوں۔سرکاری عمال کو گھر، خادم، سواری اور شادی کا بندوبست اسکی ذمہ داری ہو۔بیت المال کا پیسہ پیسہ وہ عوام کی فلاح و بہبود اور مفاد میں خرچ کرے اور اپنے لیے وظیفہ مقرر کرنے میں خلفائے راشدین کا طرز عمل اپنائے۔

ان تمام سہولتوں کے بدلے عوام قانون کی پابندی کریں گے۔اور اپنا فرض منصبی ایمانداری اور دیانتداری سے ادا کریں گے۔سرکاری املاک کو امانت سمجھا جائے گا اور ہنگامی حالات میں حکومت کی دعوت پر ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار ہوں گے۔وہ حکومت کے ساتھ مل کر فحاشی، بے حیائی اور ظلم و استبداد کے خلاف جہاد کریں گے۔اور قانون، انصاف، امن و امان، نیکی اور ایمانداری کو پروان چڑھانے میں حکومت کی مدد کریں گے۔ہر شہری اپنے آپ کو ایک ذمہ دار فرد سمجھے گا اور اس سے ان

افراد کے بارے میں پوچھ ہوگی جس اسکی سرکردگی میں کام کرتے ہیں۔ ہر شہری اور مسلمان دوسرے شہری اور مسلمان کے لیے ایک شیشہ ہوگا اور اپنے بھائی کی اصلاح خاموشی سے کرے گا۔۳۶ اور اسکو اصلاح کے ارادے سے اپنا عیب اتنا ہی بتائے گا جتنا اس میں ہوگا۔ شیشے کا کام تعمیر نہ کہ تخریب ہوتا ہے مسلمان شہری کا کام بھی تعمیر نہ کرے تخریب ہو چاہیے۔ یہ معاشرہ دوسرے معنوں میں خرابیوں 'ظاہری اور باطنی خباثتوں' غلاظتوں اور گندگیوں سے پاک ہوگا۔ اس قسم کی فلاحی معاشرے میں اور اس قسم کے دوستانہ برادرانہ اور پرامن اور صاف ماحول میں لوگ اپنے آپ کو جنت ارضی میں محسوس کریں گے اور یہ معاشرہ گویا کہ دنیا میں جنت کا سماں پیش کرے گا۔ جسکی طرف لوگ کھچ کھچ کر آئیں گے۔

اقتصادی مسائل اکثر معاشرے کا ماحول خراب کرتے ہیں۔ اس کا حل اسلام نے منصفانہ طور پر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام محنت و مشقت پر زور دیتا ہے۔ اور محنت کی عظمت کا قائل ہے۔ سب سے بہترین کمائی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔۳۷

انسان کوئی بھی پیشہ اختیار کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اسلام اسکی اجازت دیتا ہو اور حلال کا ہو۔ اسلام مانگنے اور دوسرے پر بوجھ بننے کے خلاف ہے۔ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔۳۸ اسلام ذاتی ملکیت کا قائل ہے۔ مگر اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ حلال وحرام میں تمیز روا رکھی جائے۔ دولت کمانے میں جائز ذرائع سے کام لیا جائے۔ کسی کی جائیداد ناجائز طریقے سے حاصل نہ کرے۔ حلال مال کے تحفظ کے لیے اسلام نے حد سرقہ اور حرابہ کا قانون وضع کیا ہے۔ جس کی روشنی میں کوئی بھی کسی کی دولت پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ زمیندار اور دھقانوں کا خاص خیال رکھا جائے ان کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے ان کی بنیادی ضروریات کا خیال رکھیں۔ مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل دی جائے۔۳۹ وہ اپنے مالک کا کام دیانتداری اور پوری محنت سے کریں اور مالک ان کی محنت کے مطابق مزدوری دیں۔

اسلام نے دولت کو ذخیرہ کرنے سے منع کیا ہے اور دولت کی گردش کے لیے زکوۃ اور میراث کا قانون وضع کیا ہے۔ (الحشر:۷) اسلام نے دولت کو خیر اور فضل کہا ہے۔ مگر اسکو زندگی کا

مقصد نہ گردانے کا حکم دیا ہے بلکہ دولت ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے ذریعہ بنانے پر زور دیا گیا ہے۔

نبی پاک ﷺ نے دو آدمیوں سے رشک کرنے کا فرمایا ہے ان میں ایک آدمی وہ ہے جسکو اللہ نے دولت (حلال) کی نعمت سے نوازتا ہے اور وہ اپنی دولت کو اللہ کی راہ میں صبح و شام خرچ کرتا رہتا ہے۔[۴۰]

مولانا روم نے دولت کو مقصد زندگی بنانے اور دولت کو ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کا ذریعہ بنانے کی مثال کشتی سے دی ہے کہ اگر کشتی پانی کے اوپر تیرتی ہے تو منزل مقصود تک پہنچ جاتی ہے اور اگر پانی کو سینے میں جگہ دیتی ہے تو ڈوب جاتی ہے مسلمان اگر دولت کو زندگی کا مقصد سمجھ کر اسکو دل میں جگہ دیتا ہے تو غرق ہو جاتا ہے اور اگر اسکو اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو کامیابی و کامرانی اس کا مقدر ہے۔

اسلام نے بخل اور کنجوسی کی قباحت بیان کی ہے۔لیکن اسراف و تبذیر سے بھی روکا ہے۔ دولت خرچ کرنے میں اسلام نے اعتدال سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ جس نے اعتدال سے کام وہ کبھی تنگ دست نہیں ہوگا۔آدمی کے سمجھ دار ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ خرچ میں اعتدال و توازن سے کام لیتا ہے۔[۴۱]

یہ امر مسلمہ ہے کہ معاشرے میں ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جو کام نہیں کر سکتے وہ جسمانی اور ذہنی طور پر معذور ہوتے ہیں اور ایسے افراد بھی ہیں جو کام تو کر سکتے ہیں مگر ان کی کمائی ان کی ضروریات زندگی کے لیے کفایت نہیں کرتی۔اس طرح معاشرے میں مسکین، مسافر، یتیم، بیوائیں، اندھے، لولے اور لنگڑے لوگ بھی ہوتے ہیں جو محنت و مزدوری نہیں کر سکتے۔مگر ضروریات زندگی کی تکمیل ان کی بنیادی حقوق میں سے ہے۔اس قسم کے افراد کا حق بنتا ہے کہ متمول لوگوں یا حکومت کے سامنے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے ہاتھ بڑھائیں اور ان دونوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان کی ضروریات کی تکمیل میں ان کی مدد کریں۔[۴۲]

کسی فلاحی معاشرے میں تہذیب و شائستگی کی یہ علامت ہوگی کہ اس کے اغنیاء اور اسکی

قیادت مذکورہ بالا اشخاص کی فراخدلی کے ساتھ مدد کریں۔صدقات وزکوۃ اس مد کے لیے بہترین ذرائع ہیں۔(توبہ:۴۰)

حقیقت یہ ہے کہ بنیادی ضروریات کی تکمیل میں انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔اسلام ان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل پر زور دیتی ہے۔اگر ان کی ضروریات خوش اسلوبی سے مہیا کیۓ جائیں اور سادہ اور مخلص لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کا بندوبست منصفانہ اور ہنگامی طور پر کیا جاتا ہے تو معاشرے کا ماحول کبھی بھی خراب اور آلودہ نہیں ہوگا اسکے برعکس معاشرے میں خوش حالی،امن،دوستی اور آشتی کا ماحول ہوگا۔جہاں لوگ بھائیوں اور بہنوں کی طرح رہیں گے سبز خانے کا درجہ حرارت معتدل اور خوشگوار رہے گا۔ماحولیاتی آلودگی اور استحصال کا نام ونشان نہیں رہے گا اور اسطرح انسان خوشی اور اطمینان کی زندگی بسر کرے گا۔

وصلی اللہ تعالی علی محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

حوالہ جات

۱۔ مسند احمد ۵/۳۴۲۔۳۴۴

۲۔ البقرہ:۷۱،القاموس الجدید (انگریزی۔عربی) ص:۲۱۳

۳۔ بخاری، کتاب بدء الوحی، حدیث ۱ ص:۱

۴۔ بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل، حدیث نمبر ۲۷، ص:۱

۵۔ بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل، حدیث نمبر ۲۷ص:۱

۶۔ بخاری، کتاب الادب، باب ۳۱، من کان یومن باللہ والیوم الآخر ص:۵۰۹

۷۔ بخاری، کتاب الایمان، باب ۴۰، اداء الخمس من الایمان، ص:۶

۸۔ بخاری، کتاب الایمان، باب ۴۰، اداء الخمس من الایمان، ص:۶

۹۔ بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب الصلوات الخمس کفارۃ حدیث نمبر ۵۲۸، ص:۴۴

۱۰۔ بخاری، کتاب الجمعۃ، باب ۳ الطیب للجمعۃ، حدیث نمبر ۸۸۰، ص:۶۹

۱۱۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث نمبر ۶۸۔۶۹ ص:۷۶۴

۱۲۔ بخاری، کتاب اللباس، باب نمبر ۶۳۔۶۴، ص:۵۰۱

۱۳۔ بخاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب بنفسین او ثلاثۃ، ص:۴۸۲

۱۴۔ بخاری، کتاب الاشربۃ، باب النھی عن التنفس فی الاناء ص:۴۸۲

۱۵۔ بخاری، کتاب الوضوء، باب البول فی الماء الدائم، حدیث نمبر ۲۳۹، ص:۲۱۔۲۲

۱۶۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، حدیث نمبر ۹۶۔۹۹، ص:۱۰۳۸

۱۷۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، ص:۲۶۶

۱۸۔ بخاری، کتاب المناقب، باب ۲۵ علامات النبوۃ فی الاسلام ص:۲۹۰

۱۹۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، حدیث نمبر ۷۲تا۷۵، ص:۱۰۳۶

۲۰۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان شعب الایمان، حدیث نمبر ۵۷۔۵۸ص:۶۸۷

۲۱۔ سنن ابن ماجہ' کتاب الطھارۃ' باب ۲۱ النہی عن الخلاء ص:۲۴۹۷

۲۲۔ بخاری' کتاب الاستیذان باب بدء السلام' حدیث نمبر ۶۲۲۷ ص:۵۲۴

۲۳۔ مسند احمد ۵/ ۴۱۵

۲۴۔ بخاری' کتاب الادب' باب رحمۃ الناس والبھائم' ص:۵۰۹

۲۵۔ ابن ماجہ' ابواب الطھارۃ' باب النھي عن الخلاء علی قارعۃ الطریق' ص:۲۴۹۷

۲۶۔ مسلم' کتاب اللباس' حدیث نمبر ۱۰۷' ص:۱۰۵۶

۲۷۔ موطا امام مالک' کتاب العیذ' باب نمبر ۴

۲۸۔ سنن النسائی' کتاب الضحایا' باب من قتل عصفورا بغیر حقہا' ص:۲۳۷۷

۲۹۔ بخاری' کتاب المظالم' باب ۲۳ الآبار علی الطرق' ص:۱۹۴

۳۰۔ ڈاکٹر سعید اللہ قاضی: اسلام اور جدید ذھن کے مسائل

۳۱۔ مسلم' کتاب الامارۃ' باب الامر ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول حدیث نمبر ۴۵' ص:۱۰۰۹

۳۲۔ ڈاکٹر سعید اللہ قاضی: اسلام اور جدید ذھن کے مسائل۔ مضمون کا بہت بڑا حصہ اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔

۳۳۔ مسلم' کتاب النکاح' فضل الاحسان علی البنات' حدیث نمبر ۱۴۹ ص:۱۱۳۶

۳۴۔ سنن ابی داؤد' کتاب الاقضیۃ' باب نمبر ۱۱

۳۵۔ بخاری' کتاب الادب' باب ۲۴' ص:۵۰۷

۳۶۔ سنن ابی داؤد' کتاب الادب باب النصیحۃ والحیاطۃ' ص ۱۵۸۴

۳۷۔ مسند احمد' ۳/ ۴۶۶

۳۸۔ بخاری' کتاب الرقاق' باب ۱۱ ھذا المال خضرۃ حلوۃ' ص:۵۴۱

۳۹۔ سنن ابن ماجہ' ابواب رھون' باب ۱۴ اجر الاجراء ص:۲۶۲۳

۴۰۔ بخاری' کتاب العلم' باب ۱۵ الاغتباط فی العلم' ص:۹

۴۱۔ مسند احمد ۱/۴۴۷

۴۲۔ بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ص:۵۰۹

المصادر

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید الربعی (ف۲۷۲ھ) موسوعۃ الحدیث الشریف، الکتب الستۃ، دارالسلام، الریاض ۲۰۰۰م

۳۔ ابوداؤد، الحافظ ابوداؤد سیلمان بن الاشعث ۔۲۷۵ھ دارالسلام، الریاض۔۲۰۰۰م

۴۔ احمد بن حنبل ف۲۴۱ھ المسند طبع مصر ۱۳۱۳ھ

۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل ۲۵۶ھ الجامع الصحیح ،دارالسلام، الریاض۔۔۔ء م

۶۔ ترمذی، الحافظ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ۲۷۹ھ جامع الترمذی، دارالسلام۔الریاض،۔۔۲م

۷۔ سعید اللہ قاضی اسلام اور جدید ذہن کے مسائل ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور۔۱۹۹۸ء

۸۔ مالک بن انس بن مالک (۱۷۹ھ) المو طا تحقیق فواد عبدالباقی القاہرہ، ۱۳۷۱ھ

۹۔ مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیر ی ۲۶۱ھ صحیح مسلم دارالسلام۔الریاض

۱۰۔ نسائی، احمد بن شعیب بن علی النسائی ۳۰۳ھ سنن النسائی دارالسلام الریاض

اس موضوع کی تیاری کے لیے دیگر ضمنی مراجع

۱۔ ابن حجر عسقلانی، (۸۵۲ء)۔فتح الباری شرح البخاری: طبع مصر۔''ھدی الساری'' فتح الباری

۲۔ اسرار عالم، عالم اسلام کی اقتصادی وسیاسی صورت حال۔اسلامی فقہ اکیڈمی، دہلی ۱۹۹۴ء

۳۔ پیر کرم شاہ ،تفسیر ضیاء القرآن، طبع لاہور۔

۴۔ جلیل احسن ندوی، کتاب ''راہ عمل''، لاہور۔۱۹۹۵ء

۵۔ زکریا م نووی/ امام ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم۔القاہرہ

۶۔ سید مودودی، تفہیم القرآن۔ لاہور

۷۔ عبدالرحمٰن مبا کپوری، تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، طبع مصر۔ ۱۳۸۳ھ

۸۔ محمد بن احمد العینی، ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری شرح البخاری، القاہرہ

۹۔ محمد اشرف صدیقی عظیم آبادی۔ عون المعبود علی سنن ابی داؤد طبع الھند

۱۰۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی

۱۱۔ ڈاکٹر علی محمد خان، ماحولیاتی آلودگی، آئینہ اردو برائے انٹرمیڈیٹ ص ۱۶۴۔۱۶۸۔ خالد بک ڈپو لاہور۔

۱۲۔ Introduction to Islam.Dr M.Hamidulah

۱۳۔ Islam and Challenges of the contomporary world. Prof. Dr.Saeedullah Qazi Peshawar University 1995

****